تحریکِ جدید کے اڑتیسویں، اٹھائیسویں اور ساتویں سال کا اعلان

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹؍اکتوبر ۱۹۷۱ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جو اپنی رحمتوں سے بے حد نوازنے والا ہے، میں تحریک جدید کے دفتر اوّل کے اڑتیسویں، دفتر دوم کے اٹھائیسویں اور دفتر سوم کے ساتویں سال کا اعلان کرتا ہوں۔

آج سے تین سال قبل جب تحریک جدید کا چندہ پانچ لاکھ پچاس ہزار روپے تھا میں نے جماعت کو اس طرف متوجہ کیا تھا کہ جہاں تک میرا خیال ہے جماعتِ پاکستان اس سے زیادہ چندہ دے سکتی ہے اور اسے زیادہ دینا چاہئے اور میرے اندازہ کے مطابق یہ رقم سات لاکھ نوے ہزار روپے تک پہنچ جانی چاہئے تھی لیکن اُس سے اگلے سال (یعنی ۱۹۶۸ـ۹۶۹ء میں) پانچ لاکھ پچاس ہزار سے بڑھ کر صرف چھ لاکھ تیس ہزار اور پھر ایک سال کے بعد چھ لاکھ پینسٹھ ہزار روپے تک پہنچی اور جو سال ابھی ہم ختم کر رہے ہیں اس میں چندہ گر کر پھر چھ لاکھ اڑتیس ہزار روپے پر آ گیا ہے۔

اس کے متعلق ایک موٹی وجہ جو تحریک جدید نے مجھے بتائی ہے وہ یہ ہے کہ چالیس ایسے احمدی دوست تھے جن کا چندہ ایک ہزار روپے فی کس تھا اور اب گذشتہ سال میں (جسے ہم ختم کر رہے ہیں) انہوں نے ایک ہزار چندہ نہیں دیا۔ ان میں سے چار نے تو اس لئے نہیں دیا کہ ان کی وفات ہوگئی تھی اور باقی چھتیس نے مالی حالات کی تبدیلی کی وجہ سے اپنے معیار کو قائم

نہیں رکھا اور نہ وہ قائم رکھ سکتے تھے۔ ہم اُن کے اوپر الزام نہیں دھرتے لیکن جماعت پر یہ الزام آتا ہے کہ اگر ایک سال چالیس دوستوں کے مالی حالات ایسے نہ رہیں کہ وہ ایک ہزار چندہ تحریک جدید کو دے سکیں، تو ان کی جگہ اَور کھڑے ہونے چاہئیں اور ہر سال چندے میں زیادتی ہونی چاہئے کیونکہ جماعت کے مال میں تو بہرحال ترقی ہو رہی ہے۔ اس لئے جماعت کو چالیس سے زیادہ ایسے دوست کھڑے کرنے چاہئے تھے جو ایک ہزار یا اس سے زائد رقم تحریک جدید میں چندہ دیتے اور یہ کمی نہ آتی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سال جو گذرا ہے اس میں جماعت نے ایک اَور مالی بوجھ (اور وہ بھی معمولی نہیں ہے) اُٹھایا اور وہ نصرت جہاں ریزروفنڈ کی تحریک ہے جو ''نصرت جہاں آگے بڑھو'' کے منصوبہ کو مالی سہارا دینے والی ہے۔ اس میں پاکستان کی جماعت نے گذشتہ سال قریباً بارہ تیرہ لاکھ دیا اس لئے عذر معقول بھی ہے لیکن کسی نئے کام میں ہاتھ ڈالنے کے یہ معنے نہیں ہوا کرتے کہ جو کام ہو رہا ہے اس میں رکاوٹ پیدا ہو جائے۔

تحریک جدید کا کام بنیادی اہمیت کا حامل ہے اور ہماری ضرورتیں دن بدن بڑھ رہی ہیں۔ ان بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنا اور کرتے رہنا، یہ جماعت کا فرض ہے اور جماعت کو اس طرف توجہ دینی چاہئے اور اللہ تعالیٰ جس حد تک توفیق دے اپنے مالوں کو (جو دراصل اپنے نہیں) اس کے حضور پیش کر دینا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ'' (البقرۃ:۴) کے ایک معنے یہ بھی کئے ہیں کہ ''یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے'' غرض مال جب ہمارا ہے ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہے تو پھر یہ تو اُس کا احسان ہوا کہ اس نے ہمیں فرمایا کہ یہ مال میں تمہیں دیتا ہوں۔ تم اس میں سے میری راہ میں خرچ کرو اور میں تمہیں ثواب دوں گا مثلاً جس طرح ایک چھوٹا بچہ جو ابھی کما نہیں رہا، پانچویں یا چھٹی یا ساتویں میں پڑھ رہا ہے اس کے والدین اُسے ایک روپیہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جا کر وقف جدید کے چندے میں دے دو۔ اب وہ روپیہ اُس نے کما کر نہیں دیا لیکن اس طرح ایک عادت پڑی اور ثواب کا ایک ذریعہ بن گیا پس یہ سمجھنا کہ باپ تو بچے کے لئے ثواب کے سامان

پیدا کرنے کا اہل ہے اور اس کی توفیق رکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا یا نہیں کر سکتا۔

یہ غلط ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایسا کرتا ہے باپ نے تو وہ اٹھنّی یا روپیہ بھی جو دیا اُس کا اپنا نہیں تھا کیونکہ گھر سے تو کچھ نہ لائے۔ جو اللہ تعالیٰ نے مال اُسے دیا تھا اس میں سے ایک تو اس نے اس رنگ میں دیا کہ اس خدمت کو اپنی طرف منسوب کر لیا اور کہا کہ میں نے دیا اور دوسرے اس رنگ میں دیا کہ اپنے بچے کو کہا کہ تم خرچ کرو، میرے ثواب میں تم بھی شریک ہو جاؤ۔

غرض خدا تعالیٰ پر ہمارا احسان نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ وہ ہمیں مال دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میری راہ میں خرچ کرو اور ثواب حاصل کر لو۔ مال تو اللہ کا تھا اس پر ثواب نہیں ملنا چاہئے تھا مگر اپنے فضل سے وہ ثواب عطا کرتا ہے جب آپ کسی کو اس کی امانت واپس کرتے ہیں تو کوئی احسان تو اس پر نہیں کرتے کہ اتنی رقم اس کو ادا کی پس جو اللہ تعالیٰ کا مال ہے وہی آپ اللہ تعالیٰ کو واپس کر رہے ہیں۔ اس میں نیّت اور اخلاص کا سوال ہے احسان تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور پھر فرمایا تمہارے لئے میں نے ثواب کا ایک موقع بہم پہنچایا ہے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ’’بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے‘‘۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ دُنیا کے سارے اموال دُنیا کی سب دولتیں جو ہیں، ان کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہمیں تو اس نے مال دیا اور فرمایا یہ تمہارا حصہ ہے، میں تمہیں دیتا ہوں۔ تمہارا حصہ اس معنے میں کہ تمہارے اَور بھی بھائی انسان ہیں اَور بھی بہنیں انسان ہیں۔ ان کو بھی دیا، تمہیں بھی دیا۔ یہ مال و دولت جو میں نے پیدا کیا ہے تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔ اس میں سے اپنے اپنے حق (وہ حق جو میں نے مقرر کئے ہیں) وہ لے لو اور پھر فرمایا کہ اس میں سے اتنا میری راہ میں خرچ کرو اور خود ہی راہ اور ضرورت کی تعیین کر دیتا ہے۔ یہ ضرورت بھی اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے مثلاً تحریک جدید کی جب ابتدا ہوئی، تو اس سے پہلے تو تحریک جدید کے کاموں کے لئے مال کی ضرورت نہیں تھی۔ پہلے عام چندہ دیتے تھے یا وصیت کے چندے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ ایک اَور ضرورت پیدا کر دی اور فرمایا اتنا مال اور میری راہ میں خرچ کرو یعنی تحریک جدید کا بھی

چندہ دو۔ پھر جماعت نے تحریک جدید کے چندے دینے بھی شروع کئے۔ پھر وقف جدید کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور ضرورت پیدا کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس میں بھی چندے دو۔ پھر اس کے بعد علاوہ اَور بہت سارے چھوٹے چھوٹے چندوں کے جن میں جماعت بشاشت سے حصہ لیتی ہے۔ فضل عمر فاؤنڈیشن کا ایک نیا منصوبہ بنا اور اس طرح ایک اَور ضرورت پیدا کر دی گئی۔ پھر اس کے بعد ''نصرت جہاں آگے بڑھو'' کا ایک منصوبہ بنا اور اللہ تعالیٰ نے ایک اَور ضرورت پیدا کر دی اور قربانی کی ایک اور راہ کھول دی۔

پس اللہ تعالیٰ جتنی ضرورت پیدا کرتا ہے، اتنی ہم سے امید رکھتا ہے کہ اسی کی عطا میں سے اپنے اموال کا ایک حصہ اس کے کہنے کے مطابق اور اس کی پیدا کردہ ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس کے حضور پیش کر دیا جائے گا، اس امید پر اور اس توکل اور بھروسہ پر کہ اللہ تعالیٰ جہاں ہمارے اندر اخلاص پیدا کرے گا۔ وہاں ہمارے اخلاص کو شیطانی یلغار سے محفوظ بھی رکھے گا اور جب ہم اس کے حضور اسی کے مال کا ایک حصہ پیش کریں گے تو وہ اسے قبول کرے گا اور اس طرح پر ہمیں ثواب مل جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

پس چاہئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گذاری کا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ پورے اخلاص اور پورے جوش اور پوری ہمت سے کام لیں بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے پورے اخلاص اور پورے جوش اور پوری ہمت سے کام لیں۔ اس لئے کہ اخلاص خواہ بظاہر انسان کے اندازہ کے مطابق کامل ہی کیوں نہ ہو اور جوش بھی ایسا کہ دُنیا واہ واہ کرنے لگے اور ہمت بھی ایسی کہ انسان، انسان کی نگاہ میں اولوالعزم بن جائے، تب بھی انسان خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ثواب کا مستحق نہیں بنتا، جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت شامل حال نہ ہو اور اس کے لئے انسان کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا پڑتا ہے۔ انسان کو جب اپنی کمزوری اور اپنے نفس کا احساس ہو اور انسان کو جب یہ معرفت اور یقین حاصل ہو کہ اس کا خدا کے حضور کسی چیز کا محض پیش کر دینا کافی نہیں ہے جب تک کہ وہ مقبول نہ ہو جائے یہ احساس جو ہے

اس کے نتیجہ میں یا تو شیطان آئے گا اور کہے گا کہ جب پتہ ہی نہیں کہ ثواب ملنا ہے یا نہیں، تو نہ دو یا فرشتے آئیں گے اور کہیں گے جس نے تمہیں پیدا کیا، جس نے ان ساری چیزوں کو پیدا کیا اس نے تمہیں مال دیا اور اس نے تمہارے لئے ثواب کے یہ سارے مواقع بہم پہنچائے ہیں۔ اس پر توکل رکھو۔ دراصل خدا کے سہارے کے بغیر خدا کا سہارا بھی نہیں ملتا اور خدا کے سہارے کے بغیر خدا پر توکل کئے بغیر انسان نہیں کہہ سکتا کہ جو اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا ہے وہ مقبول ہو گیا اور اس کا اُسے ثواب مل گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کی چیز تھی، تم اس کی راہ میں دے رہے ہو۔ تمہارا خیال ہے کہ اخلاص میں کوئی کمی نہیں۔ دُنیا سمجھتی ہے کہ تمہارے اندر بڑا جوش پایا جاتا ہے اور دُنیا کی نگاہ تمہیں اولوالعزم اور صاحب ہمت بھی سمجھتی ہے لیکن دُنیا کی نگاہ اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں فرق ہے۔ جب تک دُنیا کی نگاہ میں وہی کچھ ہو جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے اس وقت انسان کی کوشش بے نتیجہ ہوتی ہے۔

پس یہ دُعا بھی کرو اور اللہ پر توکل بھی رکھو کہ وہ تمہاری اس دعا کو قبول کرے گا اور جو اس نے تم سے مطالبہ کیا اور اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جو کچھ تم نے اس کے حضور پیش کیا اگر اس کے اندر کوئی خامی یا کمزوری یا کوئی شیطانی کیڑا بھی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ان کیڑوں کو مار دے گا اور ان کمزوریوں کو دور کر دے گا اور تمہاری پیشکش کو قبول کرلے گا اس رنگ میں کہ تمہیں زیادہ سے زیادہ ثواب عطا فرمائے گا۔

پھر محض چندے لکھوا دینا بھی کافی نہیں۔ جماعت کا ایک حصہ ایسا ہے جو کمزوری دکھاتا ہے۔ بعض دوستوں کے تو حالات بدل جاتے ہیں مثلاً یہ چالیس آدمی جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے، انہوں نے ایک وقت میں ہزار روپے فی کس دیئے تھے مگر اب نہیں دے سکے۔ اُن کا عذر معقول بھی ہوگا اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں حسن ظنی ہی سے کام لینا چاہئے لیکن بعض آدمی ایسے بھی ہیں جو وعدے لکھوا دیتے ہیں مگر پھر پورا نہیں کرتے اور ان کی وجہ سے وعدے اور اصل آمد میں فرق پڑ جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مثلاً آپ نے اپنے کاموں کا منصوبہ تو شروع سال میں ان وعدوں کے مطابق بنایا مثلاً پانچ لاکھ روپے کی یا دس لاکھ روپے کی یا بیس

لاکھ روپے کی آمد ہوگی اور اس کے مطابق ہم فلاں فلاں کاموں پر خرچ کریں گے لیکن اگر دوران سال اتنے پیسے نہیں آتے تو آپ کے کاموں پر اثر پڑے گا۔ کام کی رفتار میں کمی آجائے گی اور کسی قوم کا بحیثیت قوم عزم کر لینا اور پھر اسے پورا نہ کرنا بڑی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے جب تک ایسے لوگ تعداد میں تھوڑے سے ہیں اس وقت تک تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن اگر خدانخواستہ یہ ایک رو جاری ہو جائے تو اس سے بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔

پس محض دعوی بے معنی ہے جب تک کہ مخلصانہ عمل شامل حال نہ ہو۔ اس سے کہیں بہتر ہے کہ ایسا شخص جس کی نیت نہیں ہے دینے کی، وہ وعدہ ہی نہ کرے لیکن جس کی نیت ہے دینے کی اگر بعد میں اس کے حالات بدل جاتے ہیں، جس پر اس کا کوئی اختیار نہیں، وہ زیر الزام نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے بھائیوں اور بہنوں کے حالات درست کرے اور اُن کے مالوں میں اَور بھی زیادہ برکت ڈالے لیکن جس شخص کی پہلے دن سے دینے کی نیت نہیں۔ صرف دعوی ہے، وہ اپنے آپ کو دوہری مصیبت میں ڈال رہا ہے اور استغفار کے علاوہ اس کے بچنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے پس ایسے لوگوں کو استغفار کرنا چاہئے اور وعدہ نہیں لکھوانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا مال ہے وہ تو دیتا چلا جارہا ہے آگے سے بڑھ کر دیتا چلا جارہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے پانچ سال میں جماعت کی آمد مجموعی طور پر تین گنا سے زیادہ بڑھ گئی ہے یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ اس میں نہ میری کوئی خوبی ہے اور نہ آپ کی کوئی خُوبی ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔

پس دینے والا تو بڑا دیالو ہے لیکن اپنے دلوں میں فتور پیدا کر کے ہم میں سے بعض خدا تعالیٰ کے ثواب اور اس کے پیار سے محروم ہو جاتے ہیں اس لئے وہ راہیں جو اللہ تعالیٰ کو غصہ دلانے والی ہیں تم ان راہوں پر نہ چلو اور جن راہوں کو تم اس کی رضا کے لئے اختیار کرتے ہو، اُن راہوں پر جوش اور ہمت اور اخلاص کے ساتھ چلو تا کہ اپنے توکل اور اپنی نیت اور اپنے اخلاص کے نتیجہ میں تم اللہ تعالیٰ سے اُس کے اُس پیار کو حاصل کر لو جس پیار کو دینے کے لئے اُس نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امت محمدیہ میں مبعوث فرمایا ہے کیونکہ یہی پیار درحقیقت دُنیا کے لئے نمونہ بنتا ہے۔

آج غلبۂ اسلام کی جو خوشبو ہم سونگھ رہے ہیں، وہ ہماری قربانیوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اُس پیار کا نتیجہ ہے جو جماعت سے وہ کرتا ہے اور وہ خوشبو اللہ تعالیٰ کی محبت کے عطر کی خوشبو ہے۔ دُنیا جب اسے سونگھتی ہے تو اس طرف متوجہ ہوتی ہے، دُنیا کی آنکھ جب معجزانہ پیار کو مشاہدہ کرتی ہے تو لوگوں کا دل اس طرف مائل ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ واقع میں اللہ تعالیٰ ہے اور واقع میں اسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم رہنے والی شریعت ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی تھی۔

پس ہمیں چاہئے کہ ہم شریعت محمدیہ کی برکتوں سے حصہ لینے کے لئے وہ سب کچھ کریں جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر اس کی تمام صفات کے ساتھ ایمان لائیں۔ اس کو ہر قسم کے عیب سے اور تمام کمزوریوں سے اور سب نقائص سے مبرّا سمجھیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کریں۔ قرآن کریم کی شریعت کو ابدی اور دائمی شریعت مانیں کہ جس میں ہر قسم کا روحانی اور جسمانی حُسن پایا جاتا ہے اور جس کے اندر ہر قسم کے احسان کی طاقت پائی جاتی ہے پس اس کتاب کو مہجور کی طرح چھوڑتے ہوئے اس پر ایمان نہ لائیں بلکہ اس کتاب پر اس کی تمام صفات کو سمجھتے ہوئے اور اس سے برکتیں حاصل کرنے کی نیت سے ایمان لائیں۔ دُنیا خدا تعالیٰ کے پیار کا نشان دیکھ کر خدا تعالیٰ کی طرف مائل ہوتی رہی ہے اور آج بھی دُنیا خدا تعالیٰ کے پیار کا نشان دیکھ کر اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مائل اور متوجہ ہو رہی ہے۔ ہم مختلف ذرائع سے اور مختلف راہوں پر چل کر اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کر رہے ہیں پس چاہئے کہ میں اور آپ سب اللہ تعالیٰ کے پیار کی تمام راہوں پر چل کر سارے ہی پیار کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کو تحریک جدید کی ذمہ واریوں کو سمجھنے اور انہیں نباہنے کی توفیق بخشے اور پھر آپ نے اللہ تعالیٰ پر جو توکّل کیا اور اللہ تعالیٰ سے جو اُمیدیں باندھیں، خدا کرے کہ ہماری کمزوریوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت باری ان امیدوں کو پورا کرے اور میں اور آپ ہم سب اس کے پیار کو پانے والے ہوں۔ اَللّٰھُمَّ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۹ نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۳ تا ۵)